خدشات وشبہات کے وہ سارے بادل خود بخود چھٹ جائیں گے جن کے گھمبیر اندھیروں میں دم گھٹا جا رہا تھا ــــــــ

تاثیر کے سلسلہ میں قلب کا جو اختصاص اس بحث سے معلوم ہوا ،

كَلَّا بَلْ رَانَ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ٥ (سورہ مطففین ۔ آیت ۱۴)	کوئی نہیں پر زنگ پکڑ گیا ہے ان کے دلوں پر جو وہ کماتے ہیں۔
اور ، ان المومن اذا اذنب كانت نكتة سوداء في قلبه فان تاب ونزع واستغفر صقل قلبه منها وان زاد زادت حتى تعلو قلبه (احمد ، ترمذی بحوالہ مشکوٰۃ)	مومن جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ پیدا ہو جاتا ہے ۔اگر اس نے توبہ کر لی اور اس پر نادم ہو کر اپنے عمل کو درست کر لیا تو یہ سیاہ نقطہ مٹ جاتا ہے اور اگر وہ گناہوں میں زیادتی کرتا چلا تو سیاہی بڑھتی چلی جاتی ہے تا آنکہ سارے قلب کو گھیر لیتی ہے ۔

جیسی آیات واحادیث بظاہر اس کی مخالف نظر آتی ہیں کیونکہ ان سے پتہ چلتا ہے کہ جس طرح سے دل کا اثر اعضاء پر پڑتا ہے اسی طرح اعضاء کے اعمال کا اثر دل پر بھی ہوتا ہے ۔لیکن غور کرنے پر یہ ثابت ہوئے بغیر نہیں رہتی کہ دل کی کیفیت اعضاء کی کیفیت میں مؤثر ہے اور اعضاء کی عملی کیفیت دل کی نظری کیفیت میں حقیقی مؤثر نہیں ہاں اس کی ترجمان ضرور ہے۔ اور یہی کچھ مراد ہے اس حدیث شریف سے کہ

النفس تتمنى وتشتهي والفرج يصدق ذلك ويكذبه (مشکوٰۃ)	کسی کام کی خواہش تو دل میں پیدا ہوتی ہے لیکن شرمگاہ (اعضاء) تعمیل یا عدم تعمیل سے اس کی تکذیب یا تصدیق کر دیتی ہے ۔

امین احسن اصلاحی نے اپنی کتاب "دعوت دین اور اس کا طریق کار" میں تبلیغ کے سلسلے میں دوسری عملی غلطی کی وضاحت کرتے ہوئے اس صورت حال کی مختصر سی تعبیر ان الفاظ میں کی ہے ــــــ

"اس کی مثال بالکل قلب اور اعضاء وجوارح کی ہے ۔اگر قلب کی اصلاح

ہو جائے تو سارا جسم خود بخود تندرست ہو جاتا ہے اور اگر دل میں بیماری
موجود رہے تو اعضاء و جوارح پر روغن مالش اور ضماد سے کوئی فائدہ
نہیں ہوتا"۔

کسی عمل پر جزا و سزا کا ترتب خود اس عمل کی وجہ سے نہیں ہوتا بلکہ اس وجہ سے ہوتا ہے کہ اس کا ارتکاب خیر یا شر کے رسوخ فی القلب کی غمازی کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر نسیان یا غلطی سے کوئی فعل سرزد ہو جائے تو "رفع عن امتی الخطاء والنسیان" کے تحت اس پر کوئی مواخذہ نہیں ہوتا لیکن اس کے برعکس اگر دل میں کسی کام کے کرنے کا عزم پیدا ہو جائے تو " اِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْ اَنْفُسِکُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ یُحَاسِبْکُمْ بِهِ اللّٰهُ" کے بموجب اس پر عمل کی نوبت آئے بغیر بھی ثواب و گناہ کا اطلاق اور اسی کے مطابق جزا و سزا کا ترتب ہوا کرتا ہے۔ معلوم ہوا کہ شریعت کی نگاہ میں اصل عمل دل کا ہے، اعضاء اس کا مظہر ہی ہوتے ہیں، ہاں کسی عمل کے اس حد تک اثراندازی سے انکار بھی ممکن نہیں کہ جب تک اس کا عملی صدور نہ ہو پایا تھا، دل کا ارادہ بدلنے کی گنجائش تھی لیکن صادر ہوتے ہی یہ گنجائش ختم ہو گئی، بہت ممکن ہے کہ مذکورہ قرانی و حدیثی نصوص میں اسی تبدیلی حالات کو تاثیر کے قالب میں پیش کیا گیا ہو۔ علاوہ ازیں اقتران عمل سے لذت گناہ کی تکمیل ہو جایا کرتی ہے اور یہی لذت ہی تو درجات کے تفاوت سے دل کا وہ عمل ہے جس پر اس کا محاسبہ کیا جاتا ہے، چنانچہ اس وساطت سے بھی اگر عمل جوارح کو دل کی زنگاری کا باعث قرار دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

یہ ساری باتیں اس بنیاد پر تو صحیح ہو سکتی ہیں کہ اعضاء کے لئے تاثیر کا اثبات اور ان پر مؤثر کا اطلاق محض مجاز قرار دیا جائے، اس صورت میں مذکورہ توجیہات میں سے کوئی توجیہ صحت مجاز کا کوئی علاقہ بن جائے گا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ تاثیر اعمال کو محض مجاز قرار دینا اگر پورا مجاز نہیں تو مجاز سے خالی بھی نہیں، ہمارا اپنا اور اپنے بے شمار ساتھیوں کے بارے میں یہی تجربہ ہے کہ اچھی خاصی ذہنی کیفیت بار بار کی بدعملیوں سے ایسی بدل جاتی ہے کہ تبدیلی کے بعد کبھی تو پہلی حالت کا تصور بھی اجنبی سا لگتا ہے۔ اعمال کو بالکل بے اثر کہنا علوم اسلامیہ کے ایک بہت بڑے حصے "فقہ" کی افادیت کو چیلنج کرنے کے مترادف ہے جس کے نتیجے میں اباحیت اور پھر کھلے الحاد کے وہ تمام

دروازے کھل جائیں گے جن پر فقہ کے مضبوط بند مضنوں کے آہنی تالے پڑے ہوئے ہیں، لہٰذا اعمال میں چار و ناچار ایک گونہ تاثیر ماننی پڑے گی، ہاں اس کی نوعیت کیا ہے؟ اس کا تعیّن بلاشبہ معرکتہ الآراء مہمات میں سے ہے ———

ہمارے خیال میں اعمال کے تکرار و اعادہ سے دل کی کیفیت بعینہٖ اسی طرح بدلتی اور متاثر ہوتی ہے جیسے کسی منہ زور اور سرکش گھوڑے کو سواری کا خوگر بنانے کے لئے اس کو اس کے خلافِ طبع صورت حال سے آہستہ آہستہ مانوس و متعارف کرایا جاتا ہے۔ چنانچہ اولاً اس کی پیٹھ پر فقط ہاتھ رکھا جاتا ہے۔ اس کے بعد اس پر کھڑے کھڑے یا لگام کو دونوں ہاتھوں سے مضبوطی سے تھامے ہوئے چند قدم لیتے لیتے سوار ہونا پڑتا ہے اور یہ سب کچھ بتدریج ہضم و برداشت کرنے کے بعد اس کو پوری طرح سواری کے کام میں لایا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ مشق و تمرین اس کی تسخیر میں بس اتنی سی دخل رکھتا ہے جیسے کسی بہت بڑے بوجھ کو اٹھانے کی اگر سکت نہیں ہوتی تو اس کو بالاقساط اٹھانے کا اہتمام کیا جائے۔ ظاہر کا باطن اور اعضاء کا دل پر جو کچھ بھی اثر ہے، اتنا اور ایسا ہی ہے نہ اس سے زیادہ نہ کم۔ اور یہی مصداق ہے امام غزالیؒ، شیخ شہاب الدین سہروردی اور ابنِ تیمیہ کی مندرجہ ذیل عبارات کا جو علی الترتیب احیاء العلومؒ عوارف المعارف اور اقتضاء الصراط المستقیم میں اسی سلسلے میں ان کے قلم سے نکلی ہیں۔

وھکذا جمیع صفات القلب
تصدر منھا اعمال الجوارح
ثم یعود اثر الاعمال علیھا فیوکدھا
ویزیدھا
(احیاء العلوم)

تمام قلبی صفات کا یہی حال ہے کہ انہی سے اعضاء کے اعمال پیدا ہوتے ہیں پھر اعمال کا اثر پلٹ کر دوبارہ انہی صفات قلبیہ پر پڑتا ہے جس کی بدولت صفات میں رسوخ اور زیادتی پیدا ہوتی ہے۔

ففھمھم یدعوالی العمل وعلمھم
یجلب صفاء الفھم والعلم
والعمل یتنادبان فیہ
(عوارف المعارف)

ان کی سمجھ عمل کو دعوت دیتی ہے اور عمل فہم میں مزید جلاء پیدا کرتا ہے اور اس طرح سے علم و عمل کا تناوب اور ایک دوسرے میں اثر کرتے ہوئے باری

باری آنا جانا جاری رہتا ہے ——

وهذه الامور الباطنة و	ان باطنی اور ظاہری امور میں ناگزیر طور
الظاهرة بينهما ...... ولابدّ	پر ایک ارتباط اور مناسبت ہے، یہی
...... ارتباطٌ و مناسبةٌ	وجہ ہے کہ دل کا شعور اور کوئی بھی کیفیت
فان ما يقوم بالقلب من الشعور	اپنے مناسب حال اعمال کو وجود میں
والحال يوجب اموراً ظاهرةً وما	لاتی ہے اور ظاہری اعمال دل میں وہی
يقوم بالظاهر من سائر الاعمال	شعور اور حالت پیدا کرتے ہیں جو
يوجب للقلب شعوراً واحوالاً :	ان سے جوڑ رکھتے ہوں ۔

(اقتضاء الصراط المستقیم) ——

حدیث قلب سے متعلق یہ سوال وجواب اور ضروری تفصیلات ممکن ہے کہ بعض قارئین کو غیر ضروری محسوس ہوتی، لیکن جیسا کہ آپ کو یاد ہوگا اس بحث کے اوائل میں یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ کائنات میں انسان کا وہی مقام ہے جو خود اس کے بدن میں دل کا ہے۔ لہٰذا اس تشبیہ کو پوری طرح سمجھنے کے لئے مشبّہ کی پوری پوری وضاحت بے حد ضروری قرار پائی ہے۔ تاکہ دونوں کی تطبیق میں کوئی خفاء واشتباہ باقی نہ رہے ——

(جاری ہے)

برِّصغیر میں علمِ حدیث، تابعین کے عہد میں

از قلم : مولانا محمد اسحٰق بھٹی

سرزمین برصغیر جسے اب پاکستان، ہندوستان اور بنگلہ دیش سے تعبیر کیا جاتا ہے، اخذ و قبول کی بے پناہ صلاحیتوں کی حامل ہے۔ یہ معمورۂ ارض اگرچہ مرکزِ اسلام مکّے اور مدینے سے ہزاروں میل دور تھا، تاہم تاریخ و رجال کی کتابوں سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ اس نے اسلام کے ابتدائی دور ہی میں اس کی تعلیمات اور پاکیزہ اقدار کو اپنے اندر جذب کرنا شروع کر دیا تھا۔ اس گوشۂ ارض کو یہ شرف حاصل ہے کہ یہاں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پچیس[۲۵] صحابہ کرامؓ تشریف لائے ستیئس[۳۷] تابعینؒ نے یہاں قدم رنجہ فرمایا۔ پندرہ[۱۵] تبع تابعین نے اپنے وجود مسعود سے اس کو رونق بخشی اور بے شمار محدثین و فقہا کے قدومِ میمنت لزوم سے ارض ہند سعادت اندوز ہوئی۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے جو پچیس صحابہ کرامؓ یہاں تشریف لائے ان میں بارہ حضرت عمرؓ فاروق کے عہد میں، پانچ حضرت عثمانؓ کے زمانۂ خلافت میں، تین حضرت علیؓ کے دورِ امارت میں، چار حضرت معاویہؓ کے ایامِ حکومت میں اور ایک یزید بن معاویہ کے زمانے میں آئے۔

یہ حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین، سرزمین برصغیر میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ کے اوّلین مبلغ اور آپؐ کے ارشادات گرامی کے پہلے داعی تھے، جو اپنی ذات میں آنحضرتؐ کے اسوہ و عمل کے آفتاب جہاں تاب کی کرنوں کے آئینہ دار تھے — اس کی بعض تفصیلات تذکرہ و رجال کی کتابوں میں محفوظ ہیں اور ایک مستقل مقالے کی متقاضی — !

صحابہؓ کے علاوہ اقلیم ہند میں مختلف اوقات میں سینتیس ۳۷ تابعین آئے، ان کا شب و روز کا مشغلہ حدیثِ رسولؐ کی ترویج و اشاعت تھا - یہ لوگوں کو دینِ فطرت کے تہذیبی و ثقافتی دائرے میں شامل کرنے کے لئے کوشاں رہے اور اہلِ ہند کو ان پاکیزہ اخلاق و کردار اور تعلیم و شائستگی کی ان ارفع و اعلیٰ اقدار سے بہرہ مند کرنے کی سعی کرتے رہے جن کو اسلام میں بنیاد اور اساس کی حیثیت حاصل ہے اور اپنے اس عظیم مقصد کے حصول میں کامیاب رہے - یہاں ان سینتیس ۳۷ تابعین کرام میں سے جو واردِ ہند ہوئے، چند تابعین کا تذکرہ اور ان کی خدمات کا مختصر سا تعارف مقصود ہے -

تابعی اسے کہا جاتا ہے جس نے براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کی صحبت و تلمذ کا شرف حاصل کیا اور انؓ سے آپؐ کی احادیث مبارکہ کا درس لیا -

۱ - اس بلند بخت جماعت میں ایک بزرگ ابن اُسید ثقفی تھے، جو اموی خلیفہ عبدالملک بن مروان کے عہد میں علاقہ سندھ کے والی مقرر ہوئے۔ ان کے دادا کا نام اخنس تھا، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے اور آپؐ نے ایک مرتبہ مؤلفات القلوب کے ساتھ انہیں کچھ مال بھی عطا فرمایا تھا - ان کے والدِ گرامی قدر حضرت اسیدؓ بھی آنحضرتؐ کے صحابی تھے - اسیدؓ کے ایک بھائی مغیرہ بن اخنس تھے، جو خلیفۂ راشد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے زمانے میں شہید ہوئے - علاقہ سندھ میں انہوں نے اشاعتِ حدیث کی خدمت انجام دی -

۲ - ابو شیبہ جوہری: ان کا نام یوسف تھا، کنیت ابو شیبہ تھی اور والد ابراہیم تھے - قبیلہ بنو تمیم سے تعلق رکھتے تھے، اس لئے ابو شیبہ یوسف بن ابراہیم تمیمی کہلائے - انہوں نے آنحضرتؐ کے مشہور صحابی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سماعِ حدیث کی تھی اور ان کے شاگرد تھے - خود ابو شیبہ نے بھی حدیث کا درس دیا اور عقبہ بن خالد اور مسلم بن عقبہ ایسے عظیم محدثین اور تبع تابعین نے ان سے روایتِ حدیث کی - ابو شیبہ مردِ مجاہد بھی تھے۔

محمد بن قاسم کے ساتھ ایک فوجی کی حیثیت سے وارد سندھ ہوئے اور جہادِ سندھ میں حصہ لیا - ساتھ ساتھ ارشاداتِ پیغمبر کی بھی ترویج کرتے رہے۔

۳ - ابو سلیمان ایوب بن یزید بن قیس بن زرارہ : یہ جلیل القدر تابعی، نامور خطیب اور ممتاز ادیب تھے - ابن خلکان کی روایت کے مطابق ان کا شمار چند عظیم المرتبت خطبائے عرب میں ہوتا تھا - فصاحت و بلاغت میں بہت مشہور تھے - روایتِ حدیث میں بھی بڑی شہرت کے مالک تھے - انہوں نے ہندوستان کے بعض اطراف اور مکران کی سیاحت کی ان کا یہ مشہور واقعہ ہے کہ حجاج بن یوسف نے ان سے بعض علاقوں کے حالات معلوم کرنا چاہے تو فرمایا جس ملک کے بارے میں آپ سوال کریں گے، صحیح صحیح جواب دوں گا - حجاج نے کہا - ہند کے متعلق کچھ بتایئے کہا -

بحرھا دُر، وجبلھا یاقوت، وشجرھا عود، وورقھا عطر، واھلھا طغام کقطع الحمام -

اس کے دریا موتی اگلنے والے، پہاڑ لعل و یاقوت کی کانیں، درخت عود و صندل کی مانند، پتوں میں خوشبو اور مہک، اس کے باشندے کم عقل فاختاؤں کی طرح ٹکڑیوں میں بکھرے ہوئے -

پھر مکران کے بارے میں سوال کیا تو جواب دیا -

ماءھا وشل، وتمرھا دقل، وسھلھا جبل، ولصھا بطل، ان کثر الجیش بھا جاعوا، وان قلوا ضاعوا -

اس میں پانی کم، کھجوریں ردی، میدان پہاڑوں کی طرح، چور بے باک فوج زیادہ ہو تو بھوک کا خطرہ، کم ہو تو ضائع ہو جانے کا اندیشہ -

اس فصیح و بلیغ تابعی اور ممتاز محدث و ادیب کو حجاج بن یوسف نے ۸۴ھ میں قتل کرا دیا تھا -

۴ - حارث بن مرہ عبدی : تابعی تھے اور قبیلہ عبدالقیس سے تعلق رکھتے تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شاگرد، فاضل اعلیٰ [illegible]
[illegible]

کے بہت بڑے حامی اور فوج کے میسرہ پر متعین تھے - اس جنگ میں انہیں کئی قسم کی تکلیفوں سے دوچار ہونا پڑا - ۳۸ھ میں حضرت علیؓ کے حکم سے حدود ہند میں داخل ہوئے - فیاضی اور بہادری کا یہ حال تھا کہ ایک روز ہزار غلاموں کو آزاد کرانے کی قسم کھائی اور پانچ سو شاہ سواروں پر حملہ کیا -

ایک روایت کے مطابق حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں ۴۲ھ کو حارث بن مرہ اور ان کے چند ساتھیوں نے قلات میں جام شہادت نوش کیا - کبارِ صحابہ سے ملے - ایک روایت یہ ہے کہ مدرک صحابہؓ میں سے تھے -

۵ —— تابعین کی عظیم القدر جماعت میں بعض حضرات وہ بھی تھے جو سفرِ ہند کے لئے ہر وقت تیار رہتے اور اس ملک میں آنے کا دل میں بہت شوق رکھتے تھے - اس سلسلے کا ایک واقعہ 'میزان الاعتدال' میں حافظ ذہبی نے بیان کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ حباب بن فضالہ ذہلی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خادمِ خاص اور ممتاز صحابی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے شاگرد اور نامور تابعی تھے - وہ بصرے آئے اور حضرت انسؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے - ان سے عرض کیا کہ میں سفر پر جانا چاہتا ہوں اور اس کیلئے آپ سے اجازت کا طالب ہوں - فرمایا کہاں جانا چاہتے ہو؟ کہا ہندوستان - ! فرمایا تمہارے ماں باپ یا دونوں میں سے کوئی زندہ ہیں؟ عرض کیا زندہ ہیں - فرمایا وہ تمہارے ہندوستان جانے پر خوش ہیں؟ جواب دیا خفا ہیں - میرے والد نے مجھ پر زیادتی کی، وہ امیر کے پاس گئے اور امیر نے مجھے جانے سے روک دیا - حضرت انسؓ نے فرمایا، دُنیا چاہتے ہو یا آخرت؟ عرض کیا [illegible] فرمایا [illegible] دونوں [illegible] کر بیٹھو گے - [illegible] اور ان کی خدمت میں رہو [illegible] سکتے -

[illegible] اسلامی لشکر میں حباب بن [illegible] کر فوجی [illegible]

انس نے ہندوستان کے بجائے واپس گھر جاکر والدین کی خدمت کرنے کا مشورہ دیا۔

۶ ـــ ایک تابعی حارث بیلمانی تھے جنہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایتِ حدیث کی اور ان سے ان کے بیٹے محمد بن حارث بیلمانی نے سماعِ حدیث کیا۔

بیلمان، جہاں کے یہ رہنے والے تھے، درحقیقت بھیلمان ہے، عرب مورخوں نے اس کی تعریب کرکے بیلمان بنا دیا ہے ۔ یہ ایک قصبہ تھا جو سندھ اور گجرات کا ٹھیاواڑ کے درمیان واقع تھا۔

یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ حارث کس زمانے میں بھیلمان آئے ۔ البتہ قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے بھیلمان میں مستقل سکونت اختیار کرلی تھی اس لئے بیلمانی کی نسبت سے مشہور ہوئے ۔ انہوں نے بیلمان اور اس کے نواح میں درس و تدریس کے ذریعے حدیثِ رسول کی تبلیغ کا فریضہ انجام دیا۔

۷ ـــ بیلمان ہی کے ایک اور تابعی عبدالرحمٰن بن ابو زید بیلمانی تھے جو دورِ فاروقی کی ایک جنگ میں غلام کی حیثیت سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حصے میں آئے تھے ـــ یہ اصلاً یمن کے باشندے تھے اور نجران میں ان کی آمد و رفت تھی ۔ انہوں نے کبار صحابہ میں سے حضرت عبداللہ بن عباس عبداللہ بن عمر، حضرت عثمان غنی، عبداللہ بن عمرو، حضرت معاویہ، سعید بن زید، عمر بن اوس، و عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث روایت کرنے اور ان کے سامنے زانوئے شاگردی تہہ کرنے کا شرف حاصل کیا ۔ تابعین میں سے نافع بن جبیر اور عبدالرحمٰن [illegible] سے سماعِ [illegible]

[illegible]

کہ صحاح کی بعض کتابوں میں جن سے روایات درج ہیں - مثلاً جامع ترمذی میں طوات وداع کے بارے میں ان سے روایت مروی ہے - نسائی میں عمرو بن علیسہ سے ان کے قبول اسلام کا واقعہ بیان کیا گیا ہے - ابن حبان نے ان کو ثقات میں شمار کیا ہے اور دارقطنی نے ضعیف قرار دیا ہے اور بتایا ہے کہ ضعیف لا تتقوم بہ حجۃ -

انہوں نے بھی تدریس کی صورت میں حدیث کی خدمت انجام دی -

۸ — راشد بن عمرو بن قیس ازدی : مشہور تابعی تھے - حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے دورِ خلافت میں راشد کے باپ عمرو بن قیس کو عراق میں ایک مکان عطا کیا تھا -

راشد بن عمرو، بڑے جنگ جو اور بہادر بھی تھے - انہوں نے حضرت عثمانؓ کے عہدِ خلافت (۳۰ھ) میں ہرموز فتح کیا - پھر عہدِ عثمان ہی میں قلات کی ایک جنگ میں شامل ہوئے اور فتح پائی حضرت معاویہؓ کے زمانۂ حکومت (۴۲ھ) میں بلادِ ہند اور سندھ کی بعض لڑائیوں میں شرکت کی - علاقۂ سندھ کے ایک جہاد میں درجۂ شہادت سے سرفراز ہوئے - سندھ کے لوگوں کو دائرہ اسلام میں شامل کرنے کے لئے انہوں نے بڑی جدوجہد کی اور غیر مسلموں میں آنحضرتؐ کا پیغام پہنچایا -

۹ — زائدہ بن عمیر طائی کوفی : - ابن سعد نے ان کو کوفے کے طبقۂ ثالثہ کے تابعین میں شمار کیا ہے - انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ بن عمرؓ، جابرؓ بن عبداللہ، حضرت ابوہریرہؓ اور نعمانؓ بن بشیر سے جو اکابر صحابہ تھے، روایت حدیث کی -

زائدہ بن عمیر طائی وہ جلیل القدر تابعی تھے - جو فتح سندھ کے موقع پر محمد بن قاسمؒ کے ہم رکاب ہو کر یہاں آئے تھے - جب محمد بن قاسم کی فوج نے ملتان کی طرف پیش قدمی کی تو زائدہ بن عمیر اس وقت اسلامی لشکر میں موجود تھے - سندھ کے نومسلموں میں احکام اسلام کی اشاعت ان کے ذمے تھی -

۱۰ — ایک اور نامور تابعی کا نام زیاد بن حواری عبدی تھا - ایک روایت

کے مطابق زید بن حواری عبدی اور ایک روایت کی رو سے حواری بن زیاد تھا - یہ جہادِ سندھ میں شریک اور محمد بن قاسم کا دست و بازو تھے - محمد بن قاسم نے جن لوگوں کو راجہ داہر کا سر دے کر عراق بھیجا تھا، یہ ان میں شامل تھے - یہ وہ جلیل القدر تابعی ہیں، جنہوں نے متعدد صحابہ مثلاً حضرت انس بن مالک اور عبداللہ بن عمرؓ وغیرہ سے روایت کی - خود زیاد بن حواری عبدی نے بھی سلسلۂ درس جاری کیا اور ان سے بڑے بڑے محدثین میں سے اعمش، عبدالملک بن عمیر، سبیعی، محمد بن فضل بن عطیہ، سلام الطویل، ایوب بن موسیٰ اور بہت سے حضرات نے علم حدیث پڑھا۔ ابن حبان نے زیاد بن حواری کا ذکر ثقہ راویوں میں کیا ہے - یہ بھی بلادِ سندھ کے مبلغین حدیث میں سے تھے -

۱۱ - ابو قیس زیاد بن رباح قیسی بصری :- یہ حضرت ابو ہریرہؓ اور بعض دیگر صحابہ کے شاگرد تھے - حضرت ابو ہریرہؓ سے، اس حدیث کے یہی راوی ہیں، جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ :-

من خرج من الطاعة و فارق الجماعة فمات میتة جاهلیة -

یعنی جو شخص طاعت کے دائرے سے باہر نکلا اور مسلمانوں کی جماعت سے الگ ہوا، وہ جاہلیت کی موت مرا -

ابو قیس زیاد بن رباح کو ابن رباح بھی کہا جاتا ہے اور ابو رباح بھی آ! ان سے حضرت حسن بصریؒ اور دوسرے حضرات نے روایت کی ہے - ابن حبان ان کا شمار ثقہ رواتِ حدیث میں کرتے ہیں - عجلی انہیں ثقہ قرار دیتے ہیں - ان کی روایت سے صحیح مسلم میں بھی حدیث درج ہے -

ابو قیس وہ تابعی ہیں جو محمد بن قاسم کی معیت میں بغرضِ جہاد سندھ آئے - چچ نامہ میں مرقوم ہے کہ محمد بن قاسم نے اپنے رفقائے جنگ میں سے دو سو افراد پر مشتمل جس جماعت کے ہاتھ داہر کا سر اور مالِ غنیمت کا حصہ عراق

بھیجا تھا، ابوقیس اس جماعت کے امیر تھے - زیاد بن حواری عبدی بھی، جن کا ذکر پہلے آچکا ہے، اس جماعت میں شامل تھے - انہوں نے عراق جاکر ملوکِ ہند کے واقعات بیان کئے اور بعض ضروری باتوں کی اطلاع دی -

ابوقیس نے محمد بن قاسم کے ساتھ سندھ کے جہاد میں جو خدمات انجام دیں اور جس جرأت و شجاعت کا مظاہرہ کیا، اس کا ذکر ان کتابوں میں مرقوم ہے جو خطۂ سندھ کی تاریخ سے تعلق رکھتی ہیں، لیکن ان میں ان کا نام ابوقیس کے بجائے قیس لکھا ہے -

اس دور کے واقعات میں سے یہ واقعہ قابل ذکر ہے کہ جب محمد بن قاسم نے راجہ داہر پر حملے کی تیاری کی تو داہر نے مسلمانوں کے حالات سے واقفیت حاصل کرنے کے لئے چند جاسوس بھیجے اور انہیں حکم دیا کہ اسلامی لشکر میں گھوم پھر کر حالات کا گہری نظر سے جائزہ لیں اور پھر جس نتیجے پر پہنچیں اس کی تفصیل سے آگاہ کریں - چنانچہ جب جاسوس اسلامی لشکر میں آئے تو مسلمان فوجی نماز ادا کر رہے تھے اور محمد بن قاسم ان کے امام تھے - انہوں نے دیکھا کہ مسلمان اللہ کے حضور کھڑے ہیں اور کامل خشوع و خضوع سے اپنے پروردگار کی عبادت میں مصروف ہیں اسی طرح کرتے ہیں، جس طرح ان کا امیر کرتا ہے اس سے وہ نہایت متاثر ہوئے - واپس جاکر راجہ داہر سے کہا کہ یہ لوگ نظم و نسق کے انتہائی پابند اور اپنے امیر کے کمال درجے کے اطاعت گزار ہیں - جنگ کے خطرناک موقعے پر بھی یہ اپنے اللہ کی عبادت کو مقدم قرار دیتے ہیں - جس دلچسپی اور انہماک سے یہ اپنے پیغمبر کے بتائے ہوئے احکام پر عمل پیرا ہیں، اس کی کہیں مثال نہیں ملتی - ان کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ ہم لوگ انہیں شکست نہیں دے سکیں گے -

پھر واقعات نے ثابت کر دیا کہ اسی طرح کے بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کر لیا اور اللہ اور رسول کے حلقۂ اطاعت میں شامل ہو گئے -

اس کا سبب یہ تھا کہ اس پاک باز گروہ کا ہر فرد اپنے عمل و کردار سے حدیث کا مبلغ تھا اور ان کی زندگی کے ہر گوشے میں اتباع پیغمبر کا داعیہ